مطالبہ کیا کہ آپ نے "واللہ" کہہ کر قسم کھائی تھی اب آپ کا فرض ہے کہ احمدی ہو جائیں اس پر مولوی صاحب نے منہ بسکایا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کا "واللہ" تو تکیہ کلام ہے قسم نہیں

مولوی صاحب کا غصہ اور آستین چڑھانا ایک دن میں حکیم صاحب کے ہاں گیا تو مولوی صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے حکیم صاحب سے کچھ سوال کیا۔ اس پر مولوی صاحب فرمانے لگے "یہ تو قادیانی ہو گیا" یہ سنکر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے اسکو بہت بُرا منایا مولوی صاحب کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے عرض کیا آپ مجھے خواہ مخواہ قادیانی بنا رہے ہیں میں ابھی تحقیق کر رہا ہوں۔ اس پر مولوی صاحب اور بھی چراغ پا ہو گئے۔ اور لگے کرخت آواز میں چلا چلا کر باتیں کرنے۔ میں نے بھی جواباً چلا چلا کر باتیں شروع کیں۔ اس پر مولوی صاحب نے (چونکہ سرحدی پٹھان تھے) آستینیں چڑھالیں۔ میں نے بھی آستینیں چڑھا کر مولوی صاحب سے کہا۔ میں جھوٹے بولنے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔ کوئی دنیوی معاملہ تو ہے ہی نہیں یہ ہے دین کا (میں نے نہایت تیزی اور اونچی آواز سے کہا) میں اس معاملہ میں دیکھ کر بات کرنے نہیں آیا۔ تحقیق کرنے آیا ہوں کیا آپ چلا کر۔ غصہ دکھا کر۔ آستین چڑھا کر مجھ کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں ؟ تو اس میں بھی مولوی صاحب آپ مجھے اپنے سے کم نہ پائیں گے۔

مغالطہ دہی اور مجھے ایک ٹھوکر حکیم صاحب نے میری اور مولوی صاحب کی گرما گرم باتیں سُنکر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ کہنے لگے یہ تو بتاؤ جو شخص نبیوں کی توہین کرے گالیاں دے وہ کیسا ہے ہم میں نے کہا وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر۔ اس پر حکیم صاحب نے مجھے انجام آتھم میں سے وہ تحریر سنائی جس میں یسوع کی نانیاں اور دادیاں کسبی لکھی ہوئی ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سخت برہم ہوا۔ مولوی صاحب کی باتوں سے خون میں ایک جوش تو پیدا ہو ہی گیا تھا۔ یہ سُنکر اور دیکھکر میرا چہرہ غصہ سے تمتمانے لگا۔ اور میں احمدیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ابھی جو غصہ کی سپرٹ مولوی صاحب کے مقابلہ میں صرف ہو رہی تھی وہ بُری طرح احمدیوں پر خرچ ہونے لگی۔ غرض تھوڑی دیر میں مجھے ایک ایسی ٹھوکر لگی کہ ہوا کا رُخ اِدھر سے اُدھر ہو گیا۔

میری یہ حالت دیکھ کر تمام بہت خوش ہوئے طلباء اور مولوی صاحبان نے مصافحے اور معانقہ کیا حکیم صاحب نے فرمایا۔ ہمارے حافظ صاحب کے خیالات خراب ہو گئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تائب ہو گئے۔ پھر مجھ سے عہد لیا کہ اب تم وہاں نہ جانا۔ جب میں چلنے لگا تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ اگر تم دو کتابیں (جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں) اور لاؤ تو تمہیں اس سے زیادہ تماشہ دکھاؤں۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں لاتا ہوں تاکہ تمام جھگڑا آج ہی ختم ہو جائے۔

کتابوں کی تلاش میں حافظ مختار احمد کے پاس تو گیا نہیں۔ منشی سراج الدین صاحب کے پاس گیا میں نے کتابیں مانگیں۔ اور تمام قصہ بیان کرتے ہوئے احمدیوں پر برس پڑا۔ انہوں نے کہا۔ کتابیں تو مِل جائیں گی۔ آؤ میں تمہیں کتابیں دلادوں۔ اور مجھے ساتھ لیکر حافظ صاحب کے پاس آئے۔ میں نے آتے ہی غصہ اور زور سے یسوع کی دادی نانیوں والا قصہ پیش کیا۔ اور کہا اس سے بڑھ کر انبیاء کی کیا توہین ہو گی ؟ حافظ صاحب نے فرمایا۔ اگر انجام آتھم میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین ہو تو میں اور جتنے یہاں احمدی ہیں سب تائب ہو جائیں گے۔ (میں اس بات سے بہت چکرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا بات ہے کہ اس کھلی اور بیّن بات کو جس کو میں خود آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں) حافظ صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے آکر پڑھ دے تو ہم جانیں۔ تم ناواقف تھے تمہارے سامنے پڑھ دیا۔ ہمارے سامنے نہیں پڑھ سکتے۔

آٹھ آنے انعام میں پھر وہاں گیا اور ان سے کہا کہ آپ چلکر وہاں پڑھ دیں۔ لیکن وہ تیار نہ ہوئے پھر میں نے طلباء سے خواہش کی۔ وہ بھی تیار نہ ہوئے پھر میں نے کہا کہ میں اس شخص کو آٹھ آنے انعام دوں گا جو انجام آتھم کا وہ صفحہ جسے مولوی صاحب نے پڑھ کر سنایا اور دکھایا تھا وہاں جا کر پڑھ دے لیکن کوئی بندہ خدا ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر ایک بوڑھے شخص جو عطر و تیل کی دوکان کرتے تھے ہنگامہ دیکھ کر تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں جب وہ چلنے لگے تو مولوی صاحب نے فرمایا اچھا تم جاتے تو ہو لیکن صرف وہی ساتواں صفحہ پڑھنا یا سُننا۔ اور کچھ نہ پڑھنا اور نہ سُننا۔ میں اس سے بہت چونکا۔ کہ خدایا اس میں کیا بات ہے خیر میں ان کو لیکر آیا انہوں نے آکر کہا۔ کہ میں صرف ساتواں صفحہ ہی سُنوں گا اور کچھ نہیں حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں ساتواں ہی صفحہ پڑھوں گا حافظ صاحب نے تقریر کے دوران میں ساتویں صفحے سے پہلے کا حصہ بیان کیا پھر ساتواں صفحہ پڑھ کر سنایا اس پر وہ ہکا بکا رہ گیا اور میں حیران و ششدر۔

پھر حضرت حافظ صاحب نے صفحہ سات اور آٹھ کی سطروں پر سُرخ اور نیلی لائنیں کھینچ دیں۔ اور کہا اب اس کو ان سے پڑھاؤ۔ مجھے یقین ہے اب اسکو وہ نہ پڑھیں گے۔ میں کتاب لیکر گیا اور مولوی صاحب نے بڑی کوشش اور لجاجت سے کہا کہ ذرا پڑھ دیجئے مولوی صاحب نے لکیروں کو دیکھ کر کتاب کو جھٹک دیا اور کہا جاؤ۔ میں نہیں پڑھتا۔

میں اپنے علماء کی یہ حالت۔ یہ مغالطہ دہی۔ یہ طرز عمل دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میرا دل درد۔ دکھ اور کرب سے بھر گیا۔ میں درگاہ ایزدی میں جھکا اور اسی سے ہی مدد چاہی کہ تو مجھ پر حق واضح کر دے جب میری حالت اضطرار کو پہنچ گئی تو اسکی رحمت جوش میں آئی۔ اس نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ غالباً ۱۹۱۶ء میں جری اللہ فی حلل الانبیاء کے سلسلہ میں داخل ہوا اور خلیفہ موعود حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہٖ کی بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ۔

میری احمدیت اور مخالفت میرا مکان محلہ بہاری پور میں تھا۔ زمین ایک نواب کی تھی اور عملہ میرا۔ میرے احمدی ہونے پر اس نے مکان خالی کرنے کو کہا اس پر دو سالہ مقدمہ چلتا رہا۔ آخر حاکم وقت نے خرچہ عدالت دلایا اور عملہ اٹھانے کو کہا گو اس سلسلہ میں میرا ہزاروں روپیہ اٹھ گیا۔ اور تکالیف و مصائب مستزاد۔ لیکن میرا دل سرور اور کیف سے بھر گیا جب یہ خیال کیا کہ یہ سب کچھ خدا کے لئے اور اسی کے الہٰی سلسلہ کے لئے ہوا

بائیکاٹ اور اینٹوں کی بارش میں نے محلہ قرولاں میں مکان لیا۔ اس کے آس پاس احمد رضا خانی لوگ تھے۔ انہوں نے بڑی مخالفت کی بھنگی بہشتی بند کر دیا۔ اسقدر اینٹیں برسائیں کہ کھپریل کے ٹکڑوں کا بھرکس نکل گیا۔ ایک اینٹ میرے چھوٹے سے بڑے لڑکے قمر اللہ سلمہٗ کے لگی۔ تمام گھٹنا لہولہان اور بستر اُخونا خون ہو گیا اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس طرح سے ہمیں خدا نے احمدیت کے ہونہار پودے کو خون سے سینچنے کی سعادت نصیب کی۔ میں نے شکر اور صبر کیا۔ تھانہ میں رپٹ لکھوائی۔ کوتوال صاحب نے اوباش لوگوں کو بلا کر بہت ڈانٹا ڈپٹا اور اُنہیں ڈرا دھمکا کر اس بیہودگی سے باز رکھا۔

میرے احمدی ہونے کے بعد میرے بڑے لڑکے بابو محمد عمر اور میری توجہ کی۔ خدا نے اسے بھی سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی توفیق دی۔ یہ محض خدا کا فضل اور احسان ہے کہ میرے تمام بیٹے بیٹیاں داماد۔ پوتے پوتیاں۔ نواسے نواسیاں اور سارا کنبہ احمدی ہے۔ الحمد للہ علی ذالك

بقایا داران بقایا ادا فرما کر مشکور فرمائیں

مسجد کیلئے تڑپ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میں نے نماز مسجد میں ادا کی۔ بس اس لئے مجھے مسجد سے ایک خاص اُنس تھا۔ جب میں ۱۹۱۶ء میں احمدی ہُوا تو ہماری غریب اور مختصر سی جماعت کے آدمی تھے جو اپنے گھروں میں نماز پڑھتے۔ اور جمعہ کی نماز کے لئے منشی سراج الدین صاحب کے ہاں جاتے۔ میرے دل کو ایک خاص تکلیف محسوس ہوتی۔ میرا دل مسجد کے لئے بے چین تھا۔ اور اسی کی آرزو اور تڑپ تھی۔ اکثر اوقات غیر احمدیوں کی مساجد میں چھپ چھپکر نماز پڑھتا اور تضرع اور زاری سے دُعا کرتا کہ خدایا ہماری بھی مسجد ہوتی۔

مسجد کی تحریک اس زمانہ میں بلحاظ مالی حیثیت کے جماعت خاصی تھی۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب مسجد کے لئے تحریک ہوئی۔ احباب نے تیرہ سو کے قریب چندہ لکھایا۔ تجویز ہوئی کہ منشی سراج الدین صاحب کے قرب میں مسجد بنائی جائے میں بہت مسرور تھا لیکن کچھ عرصہ بعد ثابت ہُوا کہ یہ سب کاغذی گھوڑے تھے۔ نہ چندہ وصول ہُوا اور نہ مسجد بنی۔

مسجد کا جنون احاطہ ڈپٹی خیردین جو ایک ویران جگہ تھی۔ وہاں ایک بوسیدہ مسجد غیر آباد تھی۔ میں نے صرف اس خیال سے کہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے کی سہولیت ہوگی۔ میں نے وہاں ٹھیکہ پر زمین لیکر دوکان رکھ لی۔ اور مسجد میں نماز پڑھنے لگا۔ جب مولویوں کو خبر ہوئی تو وہ ایک بھاری جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اور بہت بُرا بھلا کہا۔ جب وہ چلے گئے تو میں پھر وہاں نماز پڑھنے لگا۔ مولوی لوگ تیرے چوتھے بعض اوقات چھٹے چھٹے یورش کر کے آتے اور اوّل فول بکتے۔ آہ! میں کیا بتاؤں۔ ان کی ان حرکات سے میرا دل چھلنی ہو گیا۔ ہم کو صرف خدا کے آگے سجدہ کرنے اور اسکی حمد کرنے کے گناہ میں ہمیں اور ہمارے پیشوا کو بُرا بھلا کہا جاتا۔ اور میں اُف نہ کرتا۔ دوکان پر بیٹھا خاموشی سے سُنتا جب وہ چلے جاتے میں پنجوقتہ نماز مسجد میں ادا کرتا اور جمعہ کے لئے منشی سراج الدین صاحب کے یہاں جاتا

جوشِ رحمت خدا نے جب میرا کرب و بیقراری اور اضطراری حالت دیکھی تو اسکی رحمت کو جوش آیا اس نے مسجد احمدیہ کے سامان پیدا کر دئے۔ ایک دن حاجی غلام جبار مرحوم میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے کارخانہ کے قریب ایک زمین ایک ہزار روپیہ پر دس سال کے لئے رہن ہے جس کے چھ سال ابھی باقی ہیں۔ اُنیس سو روپیہ میں فروخت ہوتی ہے۔ اس سے بہتر مسجد کے لئے کوئی زمین نہیں ملسکتی۔ لیکن اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ میں یہ سُنکر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ میں نے اسی وقت سو روپیہ لاکر دے دیا۔ یہ تو اس وقت بیعانہ دے دو کل آٹھ سو روپیہ لیجا کر رجسٹری کرا لینا۔ دوسرے دن خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ رجسٹری ہو گئی اب ہمیں ایک ہزار روپیہ چھ سال تک رہن والے کو دینا رہ گیا۔

میری ہمشیرہ کی وصیت میری ہمشیرہ ساڑھے بارہ سو روپے کی وصیت کر گئی تھی کہ اسکو کسی کارِ خیر میں لگا دینا۔ اس میں سے مبلغ نوصد روپیہ تو زمین کا دیا اور پچاس روپے متفرق خرچ ہوئے۔ ہمشیرہ کے تین سو روپے میرے پاس رہ گئے۔ اب سات سو روپیہ کی فکر دامنگیر ہوئی دعائیں کرتا کہ خدایا تو ہی ہے جو اس رقم کو ادا کر کے مسجد کی زمین دلا سکتا ہے۔ پھر میں نے احباب کو چندہ کی تحریک کی۔ جن احباب نے حصہ لیا وہ یہ ہیں حاجی غلام جبار مرحوم ما؍ حاجی عبدالقدیر و عبدالقدوس صاحبان عہ محمد یونس صاحب عہ بابو محمد عمر صاحب ما؍ اہلیہ ظفر احمد صاحب ص حبیب احمد قریشی عہ خاکسار ما؍ محمد طاہر صاحب متفرق ص۔ کل رقم ہمارے پاس کچھ کم نو سو روپیہ ہو گئی۔ بقیہ کے لئے فکر تھی۔ حاجی صاحب مرحوم نے رہن والے کو مبلغ پانچ سو روپیہ نقد اور پانچ سو کا مال دیدیا اور اسطرح مسجد احمدیہ کی زمین ہمارے قبضہ میں آ گئی۔

زمین پر قبضہ زمین تو قانونی رُو سے ہمارے قبضہ میں آ گئی تھی۔ لیکن ابھی تصفیہ باقی تھا۔ اس کے لئے تجویز ہوئی کہ اس میں مال بھر دیا جائے اور اس کا کرایہ جمع کر کے مسجد بنائی جائے۔ لیکن میرے دل نے اسکو گوارہ نہ کیا۔ میری آنکھیں تو اس زمین پر جلد سے جلد مسجد دیکھنا چاہتی ہیں میں نے سب کی رائے سے اختلاف کیا اور ایک مزدور لگا کر اسکی شکست و ریخت شروع کر دی

اپنوں کا سلوک میں یہ کہنے سے بھی نہیں رہ سکتا کہ میری منچلی طبیعت پر کہیئے یا میری اس حرکت پر۔ میرے احباب۔ میری اولاد۔ اپنے اور غیر سب مجھے پاگل سمجھتے۔ اور کہتے کہ بڈھا سٹھیا گیا ہے بجائے اسکے کوئی میری دلجوئی نہ کرتا۔ میرا ہاتھ نہ بٹاتا۔ جسکو دیکھو وہ ناک بھوؤں چڑھائے ہوئے ہے۔ لیکن میرے سامنے اُن سے کوئی دم نہ مارتا۔ غرض سب نے مجھے میرے حال پر اور میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑا اور یہ کہتا ہوا سے

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

لنگوٹ باندھ کر مزدوروں کے ساتھ لگ گیا۔

مسجد کا چبوترا ایک چبوترا بنا کر اس پر چھپر ڈال ڈال دیا۔ اور دو ایک پھولوں کے گملے لاکر رکھدیئے اور چٹائیاں بچھا کر نماز شروع کر دی۔ جب چھپر ڈال چکا تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر احباب دیکھیں تو ضرور خوش ہونگے۔ اتفاق سے ایک دوست جو نہایت نیک اور سعید تھے مل گئے میں نے مسجد کے چبوترا اور چھپر کا ذکر کیا کہ ذرا دیکھ تو لو۔ انہوں نے دونو ہاتھ جوڑ کر معذرت کی کہ مجھے معاف رکھیئے یہ تو آپ سلسلہ کی ہتک کر رہے ہیں۔

حافظ سید مختار احمد کی خدمت میں اسی اثنا میں عید آ گئی دوستوں نے مشورہ کیا کہ نماز عید حاجی غلام جبار صاحب کے مکان پر ہو۔ میں نے کہا کہ مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ لیکن نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سُنتا ہے۔ غرض کسی نے نہ مانا۔ اتفاق سے حافظ سید مختار احمد صاحب بھی یہیں تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ نماز عید مسجد میں پڑھی جائے۔ حافظ صاحب نے فرمایا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں یہ مسجد نہیں ہے! اب تو میں بہت پریشان ہُوا اور جب میں نے دیکھا کہ میری تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ تمام خیالات سراب ثابت ہوئے۔ تو مجھے بیحد تکلیف ہوئی۔ اسی اُلجھن اور خلجان میں میں نے حافظ صاحب سے دریافت کیا؟ حافظ صاحب مسجد کیسی ہوتی ہے؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں؟ کیا یہ مسجد کا چبوترا اور گھاس پھوس کے چھپر سے مسجد نہیں ہو سکتی؟ کیا مسجد کے لئے چونے کے ستون اور محرابوں اور سیمنٹ کے فرش کی ضرورت ہے؟ (یہ میں نے نہایت پریشانی کیحالت اور نہایت بیقراری سے کہا) حافظ صاحب نے فرمایا نہیں ــــ بلکہ ضروری ہے کہ اس زمین کی خرید میں جس کا سب سے زیادہ روپیہ لگا ہو اگر وہ کہہ دے مسجد ہے تو یہ مسجد ہے ــ میں نے عرض کیا۔ الحمد للہ اسکی خرید میں سب سے زیادہ روپیہ میرا ہے۔ اور میں کہتا ہوں۔ یہ مسجد ہے اس پر حافظ صاحب نے فرمایا تو پھر مسجد ہے اور عید کی نماز یہیں پڑھنا چاہیئے۔ غرض سب احباب نے اسی کچے چبوترے کے اوپر اور اسی چھپر کے نیچے نماز عید ادا کی۔ میں اس قدر خوش ہُوا کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

خلیفہ صلاح الدین صاحب کو مبارک باد

میں نہایت خوشی سے اس خبر کو شائع کرتا ہوں کہ ۹ نومبر ۳۶ء کو اللہ تعالیٰ نے محمد از خلیفہ صلاح الدین صاحب خلف الرشید حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلا فرزند ارجمند پیدا ہُوا۔ ہم اس مولود کی پیدائش پہ اسکی دادی اماں اور خلیفہ صلاح الدین کو خصوصًا اور ان کے تمام خاندان کو عمومًا مبارک باد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی عمر دے اور خادم دین بنائے۔ احباب بھی بچے کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے [illegible]

کلکتہ سے قادیان تک پیادہ پا

شوق و محبت کی داستان۔ پُرخطر جنگلوں کا سفر۔ درندہ صفت انسانوں سے واسطہ

ایک احمدی سیاح کی ڈائری

۸ جون کو میں نے غیر معمولی طور پر سفر کیا۔ اور سارا دن چلنے کے بعد میں نے **ڈومری چٹی** پر آکر قیام کیا۔ آج میں کلکتہ سے ۱۰۴ میل دور ہو چکا تھا۔ ۹ جون کو بگوڈار میں آیا۔ جو ۱۲۶ میل پر تھا۔

۱۰ جون آج میں نے ۴۱ میل سفر کیا۔ اور بارکٹا میں پہنچا۔ مگر یہاں آکر سخت مایوسی ہوئی۔ یہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ اس لئے میرے ٹھہرنے کا انتظام نہ ہو سکا۔ یہاں دو ایک مسلمانوں سے پوچھا کہ میرے ٹھہرنے کا انتظام کر دیں۔ مگر انہوں نے کوئی انتظام نہ کیا۔ آخر میں سڑک کے کنارے بھوکا سو گیا۔ آج مجھے نہ دن کو اور نہ رات کو کھانا میسر آیا۔ ۱۶ میل کا سفر بھوکے پیٹ کیا۔ اور پھر رات کو کوئی امن کی جگہ میسر نہ آئی۔

ایک نیک مرد

۱۱ جون کی صبح کو پھر میں نے کمر ہمت باندھی اور سفر پر بھاگا ہی روانہ ہو گیا۔ راستہ میں باہی ایک شہر پڑا۔ میں اس کے پولیس اسٹیشن کے پاس سے گزر رہا تھا۔ کہ ایک سپاہی نے مجھے دیکھ کر کہا کیا تم مسافر ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ تب اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھوکے ہو۔ میں نے اپنی بھوک کا اقرار کیا۔ وہ مجھے تھانہ میں لے گیا۔ اس نے مجھے وہاں کھانا کھلایا۔ اور پھر ایک لاری پر سوار کرا کر چوپرنگ پر پہنچا دیا۔ جو اس جگہ سے بارہ میل دور تھی۔ اس طرح میں کلکتہ سے ۲۰۵ میل دور آ گیا۔ یہاں میں ایک مسجد میں اترا۔ اس مسجد میں مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ رات میں نے آرام سے گذاری۔

۱۲ جون

آج میں نے ۳۲ میل سفر کیا اور بجادیا مقام پر آ کے ٹھہرا اس سفر میں مجھے ۱۸۰ میل نہایت پُرخطر جنگلوں میں سے گزرنا پڑا۔ یہ جنگلات درندوں سے بھرے ہوئے تھے۔ پہاڑی علاقہ تھا۔ کبھی چڑھائی آتی تھی اور کبھی اترائی۔ اس راستہ میں پانی کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ خدا نے میری مدد کی۔ اور میری راہنمائی کی۔ اور میرے جوش کو کم نہ ہونے دیا۔

۱۳ جون

آج میرا حوصلہ بڑھ گیا کیونکہ میں کلکتہ سے آج ۲۰۱ میل دور ہو گیا۔ اور قادیان سے اتنا ہی قریب۔ میں نے اینچ نامی مقام پر قیام کیا۔ یہاں کی مسجد کا پیش امام بہت شریف آدمی تھا یہ شخص مسافر کی قدر کرتا تھا۔ مجھے گذشتہ تین سو میل کے سفر میں جتنے آدمی ملے وہ سب کے سب رذیل اخلاق کے لوگ تھے۔ مگر اس شخص کے اخلاق نے میرے دل پر اثر کیا۔

۱۴ جون

آج میں نے غیر معمولی طور پر سفر کیا۔ میں نے ۲۹ میل سفر کر کے موضع مرشیش میں جو کلکتہ سے ۳۴۳ میل کے فاصلہ پر ہے آکر قیام کیا۔ اب سفر کی متواتر تکان نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ اور اب بخار شروع ہو گیا تھا۔ یہاں اسی بخار میں پڑا رہا۔ صبح ۱۵ جون کو میں سفر کے قابل نہ تھا۔ تاہم میں نے پانچ میل سفر کیا۔ اور دریائے سون کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ جگہ دریا کے مشرقی کنارے پر تھی۔ میں نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ ظہر تک ٹھہرا رہا مگر کوئی میرا پرسان حال نہ ہوا۔ ظہر کے بعد ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ یہاں مسافر کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ تم دریا کے مغربی کنارے پر چلے جاؤ۔

دریا کی چوڑائی ڈھائی میل کے قریب ہے کشتی یا ریل کے ذریعہ پار جا سکتے ہیں۔ مگر اس کے یہ معلومات میرے کام نہیں آ سکتے تھے۔ کیونکہ میرے پاس پار جانے کے لئے ایک کوڑی تک نہ تھی۔ یہاں پر بھی ایک سپاہی نے میری مدد کی۔ اور مجھے کرایہ دے کر پار کرا دیا۔ اور میں مغربی گھاٹ پر پہنچ گیا۔ کشتی کا کرایہ ایک آنہ ہے۔ اور ریل کے ذریعہ سوا آنہ ہے۔ الغرض مغربی گھاٹ پر ڈھیری گھاٹ کی مسجد میں آکر ٹھہر گیا۔ یہاں کا پیش امام انسانوں کو انسان بھی نہیں خیال کرتا۔ میں بیمار تھا۔ مگر اس نے میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔

۱۶ جون

آج میں سہسرام پہنچ گیا۔ آج میری مسافت ۳۵۰ میل تک پہنچ گئی۔ یہاں میں نے شیر شاہ سوری کا مقبرہ دیکھا۔ مگر بخار بدستور رہا۔

۱۷ جون

۲۷۷ میل پر بلوری میں ٹھہرا۔ آج بخار کم تھا۔

۱۸ جون

اب صرف ۱۷ میل طے کرنے سے میں یوپی کی سرحد پر پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے ہمت کی اور ۱۷ میل طے کئے۔ اور کرمناسہ ندی پر پہنچ گیا۔ اب میں کلکتہ سے ۲۹۴ میل دُور تھا۔

مغل سرائے

۱۹ جون کو میں مغل سرائے میں آکر ٹھہرا۔ میرا سفر اب ۳۱۲ میل طے ہو گیا تھا۔ یہاں کی ایک مسجد میں میں آکر ٹھہرا۔ اس مسجد کے امام نے بھی میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ اور اپنی درندگی کا ثبوت دیا۔ اس لئے میں وہاں سے چل کر بنارس آگیا۔

میرزا مراد

۲۰ جون کو میرزا مراد آیا۔ یہاں بھی ایک پولیس مین نے مہربانی کی۔ اور میرے ٹھہرنے کا بندوبست کر دیا۔ اور میں نے آرام سے رات گذاری۔ آج میں ۳۴۶ میل کے فاصلے پر تھا۔

۲۱ جون کو گوپی گنج پہنچا۔ یہ جگہ مہاراجہ بنارس کی ریاست میں ہے۔ اور کلکتہ سے ۳۵۹ میل دور ہے۔

الہ آباد

۲۲ جون آج میں یوپی کے دارالخلافہ الہ آباد میں پہنچ گیا۔ الہ آباد تک میرے تمام پارچات جن کو میں زائد کہہ سکتا ہوں۔ فروخت ہو گئے تھے۔ میں راستہ میں سوال نہیں کرتا تھا۔ ان کپڑوں کی قیمت کھانے وغیرہ میں استعمال کرتا تھا۔ ہاں بن مانگے اگر کوئی کچھ دیتا تو لے لیتا تھا۔

الہ آباد میں ایک دھوتی اور ایک قمیص میرے پاس رہ گئی تھی باقی سب کچھ بیچ کر کھایا تھا۔

اناوا

۲۳ جون کو الہ آباد سے اناوا آیا۔ اناوا میں چار بجے پہنچ گیا۔ ایک مسجد میں میں ٹھہرا۔ یہاں میں نے عصر اور مغرب۔ عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ اس مسجد میں پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور اس سارے عرصے میں مسجد میں کوئی آدمی نہ آیا

۲۴ جون

آج میں ۴۵۵ میل دور تھا۔ میں نے گنگا کی بستی میں قیام کیا۔ یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ مگر مسجد میں مغرب کو دو نمازی آئے اور عشاء کے وقت ایک۔

۲۵ جون

کو فتح پور سٹی پہنچا اور آرام سے رہا

۲۶ جون

کو سرسولی میں پہنچا۔ یہاں بھی ایک پولیس مین نے میری مدد کی۔ مجھے اپنے پاس رکھا۔ اور نہایت اچھی طرح پیش آیا۔ اس نے کھانا وغیرہ بھی کھلایا۔ اور رہائش کا معقول انتظام کیا۔

کانپور

۲۷-۲۸ جون کو کانپور رہا۔ یہاں ایک مسلمان نے میری دعوت کی۔ اور یہ بھی کہا کہ جب تک یہاں رہیں میرے پاس کھانا کھائیں۔ یہاں کے مشہور مقامات کی سیر بھی کی۔ اب میں کلکتہ سے ۶۰۰ میل دور تھا۔

کانپور سے ۲۹ جون کو چلا اور چوبے پور آ گیا۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ یہاں مغرب کی نماز میں ایک نمازی آیا۔ اور عشاء کی نماز میں کوئی نہ آیا۔

۳۰ جون کو

۴۱ میل سفر کیا۔ براستہ قنوج سارہ میں قیام کیا۔ یہاں کی مسجد بہت بڑی ہے۔ مگر ایک نمازی مغرب کو اور ایک عشاء کو آیا۔

یکم جولائی ۱۹۳۶ء

آج مجھے کلکتہ سے چلے ہوئے پورا ایک مہینہ گذر گیا۔ میرا شوق محبت بدستور جوش پر ہے۔ میرے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہیں آئی۔ آج کے سفر کے بعد میں ۶۹۷ میل کے فاصلہ پر گورسہائی گنج میں آ ٹھہرا۔ یہاں سے لاہور کے نزدیک راستہ بھی ہے جو براستہ بریلی اور سہارنپور آتا ہے مگر میں

دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے لمبا راستہ اختیار کیا۔

راستہ چلتے ہوئے ایک جگہ مجھے ایک مولوی مل گیا۔ اس نے پوچھا کہاں جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ میں سیاح ہوں۔ اور براستہ دہلی لاہور جاؤں گا۔ اس مولوی نے پنجاب کا نام سن کر بہت سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ پنجاب مت جاؤ۔ وہاں ایک جگہ قادیان ہے۔ جہاں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

یہ شخص سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بہت جھوٹ بولتا رہا۔ چار بجے میں اور وہ ایک مسجد میں ٹھہرے۔ وہاں بھی وہ مجھے ساری رات قادیان نہ جانے کے متعلق وعظ کرتا رہا۔ مگر میں دعا کرتا رہا کہ اے خدا اگر یہ سلسلہ سچا ہے تو مجھے قادیان پہنچا دے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو کسی اور راستے پر ڈال دے تا میں قادیان نہ پہنچ سکوں۔

۲ جولائی کو میں بھون گاؤں پہنچا۔ میں یہاں تین چار مساجد میں گیا۔ مگر مجھے مسجد میں ٹھہرنے نہ دیا گیا۔ آخر ایک چھوٹی مسجد میں میں نے نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ کنوئیں سے پانی لے رہا تھا۔ اور اپنے ساتھی سے انگریزی میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے جیسے انگریزی زبان سنی تو مجھے خیال ہوا کہ اب میرا کوئی انتظام ہو جائے گا۔ تب میں نے اسے انگریزی زبان میں پوچھا کہ کیا میں اس مسجد میں ٹھہر سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چل کر میرے گھر ٹھہرئیے۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔

اس نے مجھے بڑے آرام سے رکھا۔ اور دوسرے دن دس بجے اس نے مجھے ایک دعوت بھی دی۔ یہ شخص ایک سکول کا ماسٹر تھا۔ کلکتہ سے قادیان تک جس قدر انگریزی دان مجھے ملے۔ ان سب نے میرے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا سلوک کیا۔ برخلاف جسقدر مولوی اور امام مسجد ملے انہوں نے عام طور پر بد اخلاقی اور رذالت کا سلوک کیا۔

۳ جولائی

آج بھون گاؤں سے براستہ آگرہ روانہ ہوا۔ یہ راستہ بڑا خطرناک ہے۔ کیونکہ گرانڈ ٹرنک روڈ کو میں نے چھوڑ دیا تھا۔ گرانڈ ٹرنک روڈ کے دونوں طرف آم اور جامن کے درخت ہیں۔ میں دن کو دھوپ کے وقت ان کے سایہ میں چلتا تھا۔ اس لئے مجھے چھاتہ کی ضرورت نہ تھی۔ نیز اگر کھانا میسر نہیں آتا تھا۔ تو آم جامن راستہ میں پڑے ہوئے لے کر گذارہ کر لیتا تھا۔ مگر آگرہ والی سڑک پر کوئی درخت نہ تھا۔ اس لئے مجھے اس راستے سے بہت تکلیف ہوئی۔ ڈیڑھ بجے میں مین پوری پہنچا۔ بستی سے باہر ایک ہندو پانی پلانے والا ملا کہنے لگا مسلمانوں کی بستی یہاں سے آٹھ دس کوس کے فاصلے پر ہے۔ جولائی کا مہینہ تھا۔ اور یوپی کا علاقہ تھا۔ گرمی شدت کی تھی۔ سخت لوئیں چلتی تھیں۔ اس لئے اس وقت آٹھ دس میل جانا بہت مشکل تھا۔ میں نے اس سے پانی پیا اور بستی کے اندر چلا گیا۔ بستی میں جا کر معلوم ہوا کہ بستی میں کئی ایک گھر مسلمانوں کے ہیں۔ مگر مرد باہر کام پر گئے ہوئے ہیں۔ صرف عورتیں مکان پر ہیں۔ میں شام تک ان کی انتظار کرتا رہا۔ شام کو مرد واپس آئے تو ایک ترجمان کے ذریعے بات کی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم کسی مسافر کو نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ نمبردار نے منع کر رکھا ہے۔ مسلمانوں نے تو ایک غریب مسافر کو رات گذارنے کے لئے جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر ایک ہندو نے کہا کہ تم میرے پاس رہو۔ میں تمہارا اچھا انتظام کر دوں گا۔ مگر میں نے وہاں ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔ اور رات کے اندھیرے میں آگے چل پڑا۔ آٹھ دس میل کے فاصلہ پر گرہور نامی گاؤں میں پہنچ گیا۔ اور ایک مسجد میں ٹھہرا۔ وہاں ایک شخص موجود تھا۔ جو غالباً مسجد کا امام تھا۔ میں ابھی جا کر بیٹھا تھا کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا اور میری طرف مخاطب ہو کر بولا۔

ملاں: کیا جوتی باہر اتار دی ہے؟

میں۔ ہاں اتار دی ہے۔

ملاں۔ تم اتنی دیر کے بعد آئے ہو تم کو کھانا کون دے گا۔

میں۔ تم سے کھانا کس نے مانگا ہے۔

ملاں۔ تم یہاں نہیں رہ سکتے مسجد رات رہنے کے لئے نہیں ہے

میں: مسجد نماز پڑھنے کے لئے تو ہے۔ تم چپ رہو اور مجھ سے مت بولو۔ اور اپنا کام کرو۔ میں ساری رات نماز پڑھونگا اس نے مجھ سے سختی کی۔ مگر میں نے اسے سخت جواب دیئے۔ کیونکہ آج مجھے تھکان اور غصہ دونوں تھے۔ اور میں سخت تکلیف میں تھا۔ آخر ملاں خاموش ہو گیا۔

۴ جولائی گیارہ بجے۔ شکوہ آباد میں پہنچا۔ میں ایک جگہ پاگل کی طرح بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بڈھا آدمی وہاں سے گزرا۔ اس نے بغیر کسی قسم کے سوال و جواب کے مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد اس نے میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اپنی سیاحت کا ذکر کیا۔ میری قمیص جسم پر پھٹ چکی تھی۔ اس نے مجھے اپنی ایک قمیص دی۔ اور اپنے پاس ٹھہرنے کے لئے زور دیا۔ مگر میں نہ مانا۔ اور آگے روانہ ہو گیا

کلکتہ سے شکوہ آباد تک مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں۔ مگر میں ان کو برداشت کرتا رہا۔ مگر آج میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے خیال آیا کہ میں برما کی مشہور کمپنی میسرز سٹیل اینڈ کمپنی کا دلال تھا۔ ایک وقت تھا کہ میرے پاس درجنوں قمیصیں رہا کرتی تھیں۔ مگر چار پانچ ماہ کے عرصہ میں ایسا انقلاب آیا کہ میرے پاس ایک پیسہ نہ رہا۔ اور میں اکثر بھوکا رہنے لگا۔ اور اب نوبت یہانتک پہنچ گئی کہ دوسرے کا کپڑا پہننا پڑا۔ مجھے دیر تک یہ تکلیف رہی۔ مگر پھر صبر کرنا پڑا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

قادرا تو قدرت داری ہرچہ خواہی آن کنی
مردہ را تو جان بخشی زندہ را بے جان کنی
گہہ گدا را ملک بخشی گہہ شاہ چوں گدا
از برائے نیم نانے دربدر حیران کنی

مگر دل میں یہی خیال ہر وقت موجزن رہتا تھا کہ ایک مرتبہ قادیان ضرور پہنچنا ہے۔

الغرض

شام کو فیروز آباد میں پہنچا۔ آج میں کلکتہ سے ۷۷۶ میل دور تھا۔

مغرب اور عشاء کو مسجد میں نمازی بہت آئے۔ مگر مجھے کسی نے نہ پوچھا۔ اس مسجد میں مچھر بہت زیادہ تھے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید مچھروں کی وجہ سے لوگ بھول گئے ہیں۔ اس سفر میں مچھروں نے مجھے اس قدر کاٹا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے چیچک نکل آئی ہے۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔

۵ جون

آج میں محمود آباد میں پہنچا۔ یہاں بھی ایک مولوی ساری رات وعظ کرتا رہا۔ کہ پنجاب جاؤ مگر قادیان نہ جاؤ۔ مجھے اس کی نصیحت سخت ناگوار گزرتی تھی۔ جب اس کا یہ وعظ اسقدر لمبا ہو گیا کہ رات کا ایک بج گیا۔ تو میں وہاں سے اُٹھ کر آگے چل پڑا۔ اور صبح کو آگرہ پہنچ گیا۔ کلکتہ سے قادیان تک میں نے تقریباً ۸۰ فیصدی سفر رات کو کیا۔ اس کے تین وجوہات تھے۔

اوّل یہ کہ موسم گرمی کا تھا۔ دھوپ پڑتی تھی۔ اور میرے پاس چھتری نہ تھی

دوم۔ راستے میں مچھر اس قدر تھا کہ رات کو سونا مشکل ہو جاتا تھا۔

سوم۔ دن کو سفر کرنے سے پیاس لگتی تھی۔ مگر رات کو پیاس سے آرام رہتا تھا۔

آگرہ

۶ جولائی آج صبح میں پہنچ گیا۔ اور سارا دن بیگم اعتماد الدولہ کا مقبرہ۔ تاج محل۔ جامع مسجد غرض جو بھی قابل دید جگہ تھی۔ میں نے دیکھی۔ آگرہ میں بھی تین چار مساجد میں ٹھہرنے کی کوشش کی۔ مگر کسی نے ٹھہرنے نہ دیا۔ آخر شام کو شہر کے باہر ایک مسجد میں ٹھہرا۔

آج میں کلکتہ سے آٹھ سو میل دور تھا

۷ جولائی کو میں اکبر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے سکندرہ میں گیا۔ مقبرہ دیکھنے کے بعد میں قائدہ مقام پر آ گیا۔ مگر یہاں بھی کسی نے مسجد میں ٹھہرنے نہ دیا۔

ایک نمازی

۸ جولائی کو براستہ متھرا جیت پہنچا۔ مغرب کے وقت مسجد میں ایک نمازی آیا۔ میں نے اسے کہا تم اذان دو اس نے کہا کہ مجھے اذان نہیں آتی۔ تب میں نے اذان کہی پھر میں نے کہا کہ تکبیر کہو۔ اس نے کہا کہ مجھے تکبیر بھی نہیں آتی۔ تب میں نے تکبیر کہہ کر نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد میں نے اس سے الحمد سنی۔ مگر اسے الحمد بھی نہ آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گاؤں میں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ مگر ایک یہی شخص ہے جو پانچوں وقت کا نمازی ہے۔ تب مجھے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر بڑا رنج ہوا۔

ایک شریف امام مسجد

۹ جولائی آج میں براستہ چھٹہ ہوڈل میں آیا۔ یہاں کی مسجد کا امام جالندھر کا رہنے والا ہے۔ اور بڑا شریف آدمی ہے۔ میرے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آیا۔ ہوڈل کلکتہ سے ۸۷۰ میل ہے۔

(باقی آئندہ)

اسلامی دُنیا

شام میں فرانسیسی دَورِ حکومت پر ایک نظر

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں میں نے ایک مقالہ "شامیوں کی قربانیاں آخر رنگ لائیں" کے عنوان سے سپرد قلم کیا تھا میں نے اس قسم کا سلسلہ مضمون محض اس لئے شروع کیا ہے تا لوگ بلاد اسلامی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔ نیز یہ معلوم کر سکیں کہ آج اس زمانہ میں وہی حکومت کامیاب ہو سکتی ہے جو قلوب کو فتح کرے۔ ورنہ توپ و تفنگ اور گولہ و بارود۔ اور مشین گنیں۔ اور ہوائی جہاز۔ اور بری بحری اور جوی فوج قلوب کو فتح نہیں کر سکتی۔ آج کی اشاعت میں میں بتلانا چاہتا ہوں کہ وہ کیا اسباب ہیں جنکی وجہ سے شامی عرب فرانسیسی استعمار کو پسند نہ کرتے تھے اس کے ۲ بڑے اسباب ہیں۔

(اول) اقتصادی اسباب۔

(دوم) سیاسی اسباب۔

اگر حکومت فرانسیسی شام میں اقتصادی اسباب پیدا نہ کرتی تو سیاسی اسباب کو تقویت حاصل نہ ہوتی۔ اور عرب استعماری حکومت کو قبول کر لیتے۔

ان اقتصادی اسباب پر غور کرنے کے لئے ہم کو پہلے یہ معلوم کرنا چاہئیے کہ حرب الکبریٰ سے قبل شام کی کیا حالت تھی۔ جنگ سے قبل مملکت شام تین صوبوں اور کمشنریوں پر مشتمل تھی جن کی تفصیل یوں ہے۔

صوبہ حلب۔

صوبہ دمشق۔

صوبہ بیروت۔

کمشنری لبنان اور کمشنری دیر الزور

جنگ کے بعد فلسطین الگ ہو گیا۔ اور شرق اردن میں ایک الگ ریاست قائم ہو گئی۔ یہ دونوں پہلے شام کے ملک میں ہی شامل تھے۔

فلسطین کے صرف دو ضلعے عکا اور نابلس ایسے ضلعے ہیں جو صوبہ بیروت کی چالیس فیصدی زمین اپنے پاس رکھتے ہیں۔ شرق اردن جو صوبہ دمشق سے جدا کیا گیا تھا۔ اس نے اس صوبہ کی ۳۰ فیصدی زمین اپنے اندر لے لی تھی۔

اس کے سوا ترکوں نے بھی صوبہ حلب کا کچھ حصہ جو ستر فی صدی ہے اس دلیل سے اپنے قبضہ میں لے لیا کہ وہاں ترکوں کی اکثریت ہے۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مرعش اور رفہ انہوں نے لے لیا۔ تو گویا تین صوبوں میں سے ۴۰-۳۰-۷۰ فی صدی کے حساب سے حسب الترتیب زمین نکل گئی۔ اس کے بعد ساری شامی زمین صرف دو صوبوں کے برابر باقی رہ جاتی ہے۔ سیاست ملکی کا تقاضا تھا کہ اس چھوٹی سی حکومت پر کوئی بڑا بوجھ نہ ڈالا جاتا۔ بلکہ ہلکی پھلکی حکومت قائم کی جاتی۔ مگر اندھی سیاست نے کہا کہ تم کو کیا تم جس قدر بوجھ رکھ سکتے ہو رکھو۔ اس لئے فرانسیسی مدبرین نے اس حکومت میں پانچ الگ الگ جمہوری حکومتیں قائم کیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں:۔

جمہوریہ سوریہ جسکا دارالسلطنت - دمشق مقرر ہوا
جمہوریہ اللبنانیہ " " بیروت "
حکومت لاذقیہ " " لاذقیہ "
" جبل دروز " " سویدا "
" اسکندرونہ " " اسکندرونہ "

پہلی دو جمہوری حکومتیں قرار دی گئیں۔ اور باقی کی تین نظام استعماری کے ماتحت حکومتیں بنا دی گئیں

ترکوں کے زمانے میں اس مملکت شام کے صرف سات ضلعے تھے۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ دمشق - حوران - حماۃ۔ لاذقیہ - طرابلس - بیروت - حلب - اور دو کمشنریاں تھیں۔ یعنی کمشنری جبل لبنان و دیر الزور۔ مگر حکومت جدیدہ نے اس مختصر ملک میں پانچ حکومتیں اور ۱۸ ضلعے بنا دئے جو حسب ذیل ہیں:۔

دمشق (۲) حمص - ۳ حماۃ - ۴ دیر الزور - ۵ الجزیرہ - ۶ حوران - ۷ حلب - ۸ بیروت ۹ طرابلس - ۱۰ صیدا - ۱۱ صور ۱۲ جبل لبنان ۱۳ البقاع - ۱۴ بعلبک ۱۵ المتن - ۱۶ شمالی لبنان - ۱۷ لاذقیہ - ۱۸ طرطوس۔

اس نظام کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ ملک کے خزانہ پر غیر معمولی بار پڑے۔ کیونکہ جس قدر ضلعے مقرر ہوں گے اسی قدر سٹاف بڑھے گا۔ اور اسی قدر اخراجات بڑھیں گے پس اخراجات کو غیر معمولی طور پر بڑھا دیا گیا۔

لیکن آمدنی قدرتی طور کم ہو گئی۔ کیونکہ تین صوبوں میں سے ایک صوبہ خود بخود نکل گیا۔ اور ملک صرف دو صوبوں کے برابر رہ گیا۔ چنانچہ ذیل کے اعداد شمار آپ کو بتلائیں گے کہ حکومت نے پبلک پر کس قدر شدید بار مالی طور پر ڈال دیا تھا۔

آپ پہلے جمہوری حکومتوں کو لیں۔ جمہوریہ۔ سوریہ اور لبنان کا نظام حکومت یوں وضع کیا گیا۔

ایک پریذیڈنٹ

اس کے ساتھ مجلس وزراء۔ جس میں ایک وزیر اعظم اور چھ وزیر مقرر کئے گئے۔

پھر پارلیمنٹ۔ شامی پارلیمنٹ ۶۹ ممبر اور لبنانی میں ۴۵۔ پھر ہر حکومت کا جداگانہ ہائی کورٹ۔ اور جداگانہ مجلس شوریٰ۔ اور باقی کی تین حکومتوں میں یہ نظام رکھا گیا۔ کہ تین گورنر ۔ ۔ ۔ اور ہر گورنر کے ساتھ دو دو نائب اور مجلس واضع قانون جس میں پندرہ پندرہ ممبر۔

اسی پر بس نہیں بلکہ ہر برانچ اور صیغے میں فرانسیسی مستشار مقرر کئے گئے۔ مثلاً ہائی کمشنر کے مستشار۔ کونسل آئین ساز کے مستشار وزیر تعلیم کے مستشار۔ وزیر مال کے مستشار وزیر اشغال عامہ کے مستشار۔ اس طرح ہر صیغے اور برانچ میں مستشار قائم کئے گئے۔ پھر ان مستشاروں کے اسسٹنٹ اور نائب مقرر کئے گئے۔ اور ہر مستشار کے لئے جداگانہ دفتر۔ فرنیچر۔ کلرک ٹائپسٹ۔ ترجمان وغیرہ مقرر کئے گئے۔

ملک بھر میں ان کی تعداد سو سے زائد ہو جاتی ہے۔ اور یہ سب فرانسیسی مقرر کئے گئے۔ ان کی تنخواہیں کاغذی پونڈوں میں ادا نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ سونے کے پونڈوں میں۔

محکمہ تعلیم

حکومت دمشق کے محکمہ تعلیم میں پندرہ فرانسیسی ایسے ملازم رکھے گئے۔ جن کی تنخواہ میں محکمہ تعلیم کا تقریباً نصف بجٹ چلا جاتا تھا۔

ان کو تنخواہوں کے علاوہ مختلف قسم کے الاونس بھی دئیے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر میں دو تین نام دے دیتا ہوں۔

ڈاکٹر لوسرکل ۸۱۰۹۰۰ فرنک۔
ڈاکٹر ٹرو ۸۱۰۹۰۰ "
موسیو اسٹف ۶۸۴۰۰ " الاونس ۱۰۰۰
موسیو ہیلان ۶۴۸۰۰ " الاونس عائلی ۱۲۹۱۶ فرنک۔ الاونس تکمیلی ۴۴۴ فرنک۔

ان مثالوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر ضخیم تنخواہیں ہیں۔ اور پھر تنخواہوں کے ساتھ مختلف قسم کے الاونس لگائے گئے ہیں۔ اس طرح تعلیمی بجٹ نصف کے قریب محکمہ تعلیم کے استادوں اور بالائی عملہ پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اور باقی نصف ملک کی تعلیم پر خرچ ہوتا ہے۔

ملکی لوگوں کے لئے یہ تمام اخراجات سوہان روح بن رہے تھے۔ کیونکہ ان کا بار ان پر نہایت بری طرح سے پڑ رہا تھا۔ مگر یہ حالت صرف ایک محکمہ کی نہ تھی۔ بلکہ ہر محکمہ میں یہی بدعنوانی جاری تھی۔ میں مثال کے طور پر چند اور محکموں کا بھی ذکر کرونگا

محکمہ مختلطہ

عدالت کے لئے ملکی جج اور مجسٹریٹ مقرر کئے

گئے۔ مگر ان کے ساتھ ایک اور محکمہ مختلطہ مقرر کیا گیا۔ جس میں فرانسیسی مجسٹریٹ مقرر کئے گئے اور انکی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ غیر ملکی اور ملکی لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کریں۔ حالانکہ عدالت کا یہ طریق بلاد مجاورہ یعنی فلسطین عراق یا شرق اردن میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

اس کورٹ پر پانچ لاکھ پونڈ سوری سالانہ خرچ آتا تھا۔ اور اس کا بوجھ بلاوجہ شامیوں پر ڈالا گیا تاکہ فرانسیسی ملازمین تا صنید کی لگم پر ہی کی جا سکے۔ ۱۹۳۲ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسی جن کا بار خزانہ شام پر پڑتا تھا ۱۳۱ تھے جو بعد کے سالوں میں اور بھی بڑھ گئے۔

محکمہ جاسوسی

حکومت فرانس نے شام میں ایک محکمہ جاسوسی قائم کیا۔ اور اس میں ۵۸ آدمی کام پر لگائے گئے۔ یہ محکمہ ملک کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ کیونکہ پارلیمنٹوں کے انتخاب میں اکثریت اصوات کے ساتھ اگر کوئی کامیاب بھی ہو جائے تو بھی وہ ممبر منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک یہ محکمہ اس کی تصدیق نہ کرے اسی طرح کسی ملازمت کے لئے بھی کسی وطنی آدمی کا تقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ جب تک یہ محکمہ تصدیق نہ کرے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ لوگ جو ملک کی آزادی کے جذبات اپنے سینے میں رکھتے تھے۔ وہ کبھی کوئی معمولی سے معمولی ملازمت بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے ہمیشہ وہی لوگ برسر اقتدار ہوتے تھے۔ جو فرانسیسی حکومت کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔

یہ محکمہ انتخابات میں جعل سازیاں تک کرتا رہا۔ تا وطنی لوگ کامیاب نہ ہوں۔ اور جب صدر جمہور یہ شام کا انتخاب ہوتا تھا۔ اس وقت بھی ایسی ہی جعل سازی عمل میں لائی گئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے پارلیمنٹ کے ممبروں کو مجبور کیا تھا کہ وہ حکومت کی منشاء کے مطابق ووٹنگ کرائیں یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے ۱۹۳۲ء میں وطنی لوگوں کی خواہش اور کوشش کے خلاف رئیس جمہوری منتخب ہو گیا۔

اس محکمہ نے ملک کے اخلاق پر خطرناک اثر ڈالا۔ اور اہل ملک نے شدید پروٹسٹ کیا۔ کہ اس محکمہ کو بند کر دینا چاہیئے مگر کچھ نہ ہو سکا۔

نفقات جیش

فرانسیسی فوج کے لئے سالانہ ۹۵ ملین فرنک مصالح مشترکہ کے نام سے وصول کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملکی اور وطنی فوج کے اخراجات تھے۔ جن کو ملا کر کل اخراجات ۱۰۱ ملین فرنک سالانہ ہوتے تھے۔ اس طرح اگر میں ہر ایک محکمہ کے الگ الگ اخراجات لکھوں۔ تو نہ تو الحکم کے کالم اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اور مکمل تفصیلات میرے پاس ہیں۔ ہاں شام کی ان پانچ ریاستوں کا مجموعی خرچ حسب رپورٹ ۱۹۳۲ء حسب ذیل ہے۔

۳۸۶۹۹۵۰۶ پونڈ ہوا۔ اور یہ خرچ فوج اور سول کی تنخواہوں اور اخراجات کے علاوہ ہے۔ اس کے مقابلے میں ترکی حکومت کے زمانہ میں اخراجات کی حالت کا اندازہ اس امر سے لگ سکتا ہے کہ صرف حکومت لبنان میں ۲۴۶ سرکاری عہدے دار تھے۔ اور ان کی تنخواہوں کا خرچ ۲۷۷۰۰ ترکی پونڈ تھا۔ یعنی ۱۵۲۳۵۰ پونڈ شامی کے برابر۔ اور لبنانی فوج کا خرچ ۵۹۰۰ پونڈ ترکی۔ یعنی ۳۲۴۵۰ پونڈ شامی تھا۔ یعنی کل اخراجات ۵۷۶۵۰ پونڈ ترکی تھے۔ یعنی ۳۲۴۹۵۲۵ پونڈ شامی۔ اس کے بالمقابل اب لبنان کا خرچ ۳۲۸۱۵۰۵۱ پونڈ سوری ہے۔ اس گراں قدر اضافہ کا اثر ملک پر پڑنا ضروری تھا۔ یہ کروڑوں روپیہ ملک سے بتشدید اور بھاری ٹیکسوں کے ذریعے جمع کیا جاتا تھا۔ میں ان ٹیکسوں کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ مگر صرف اس قدر بتلانا ضروری ہے کہ ان ٹیکسوں کا اثر اس چھوٹے سے ملک پر جسقدر پڑنا چاہیئے تھا وہ پڑا۔ ٹیکسوں کی حقیقت واضح کرنے کے لئے مثال کے طور پر ہم صرف محکمہ کسٹم کو لیتے ہیں۔

کسٹم ڈیوٹی جنگ سے قبل ۸ فیصدی تھی۔ مگر اس کے بعد فرانسیسی حکومت نے اسے ۱۱ فی صدی کیا۔ اور پھر ۱۹۲۴ء میں ۱۵ فی صدی اور ۱۹۲۶ء میں ۲۵ فیصدی۔ اور جب یہ اضافہ کیا گیا تو موسیو جو فینل نے اعلان کیا کہ یہ اضافہ عارضی ہے جو ۱۹۲۵ء کی بغاوت کے نقصانات کو پورا کرنے کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ مگر شامی تاجروں اور کاروباری لوگوں کی حیرت کی حد نہ رہی۔ جب کہ بغاوت سے پانچ سال بعد ۱۹۳۱ء میں موسیو پونسو نے اعلان کیا کہ کسٹم ڈیوٹی کو بڑھا کر ۴۰ سے ۵۰ فی صدی تک کر دیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ کسٹم کی آمدنی ساری کی ساری فرانسیسی حکومت کے ہاتھ میں چلی جاتی۔ اور شامیوں کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکتا کہ یہ کہاں خرچ ہو رہی ہے

کسٹم ڈیوٹی نے شام کی تجارت اور صناعت پر ایسا اثر ڈالا کہ بہت سے تاجروں کے دیوالے نکل گئے۔ اور کئی گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر گئے

ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ بیرونی مال پر ڈیوٹی لگانے سے اندرونی تجارت پر اچھا اثر پڑ سکتا تھا۔ مگر ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ تمام مشرقی ممالک کی علی العموم یہ حالت ہے کہ وہ اپنی اندرونی صناعت کے لئے خام مال باہر سے منگواتے ہیں۔ اس مال پر اس قدر ڈیوٹی تھی کہ جو مال ملک کے اندر تیار ہوتا تھا۔ وہ اس قدر گراں تیار ہوتا تھا کہ ملک کے لوگ اسے خرید نہ سکتے تھے۔

مٹھائی کے کارخانے

مثال کے طور پر ہم مٹھائی کے کارخانوں کو لیتے ہیں۔ شام میں ہزارہا من مٹھائی شامی مٹھائی کے نام سے بنتی ہے۔ مگر مٹھائی کا سب سے بڑا اور اہم جزء کھانڈ ہے کھانڈ پر شام کے کسٹم آفس میں ۱۱۰ فیصدی قیمت پر ٹیکس لگتا ہے۔ جبکہ اس کی اصل قیمت سے بھی زیادہ ٹیکس ہوگا تو مٹھائی کی تجارت کا تباہ ہونا یقینی امر ہے۔ برخلاف اس کے فلسطین اور شرق اردن کے کارخانوں میں جو کھانڈ آتی ہے ان پر کوئی ڈیوٹی نہیں۔ پس بیرونی ممالک کے تاجر شام کی گراں مٹھائی کی بجائے فلسطین کی سستی مٹھائی خرید نا پسند کرنے لگے اس طرح سے شامی تجارت کو خطرناک نقصان پہنچا۔ ذیل میں میں ایک چھوٹا سا نقشہ دے دیتا ہوں۔ تاکہ قارئین کو مقابلہ میں آسانی ہو سکے۔

نام چیز	شام و لبنان میں کسٹم	فلسطین اور شرق اردن میں کسٹم
ساٹن کی قسم کے کپڑے	۴۰ فی صدی اور وزن پر ۵۵ فیصدی	۱۲ فی صدی بیجک پر
چھینٹ کی قسم کا کپڑا	// //	// //
انگریزی کپڑا	// //	// //
جاپانی	۴۰ فیصدی اور بیجک پر ۷۰ فیصدی	۱۷ فی صدی
قہوہ	۹۰ فی صدی	۱۲ فی صدی
چاء	۳۲ سے ۱۰۰ فی صدی	
مصالحہ جات	۱۶ سے ۱۰۰ فی صدی	۱۲ //
گھی	۲۵ فیصدی بیجک پر ۵۰ فیصدی	// // وغیرہ وغیرہ

اس فہرست سے بآسانی اندازہ لگ سکے گا۔ کہ شامی لوگوں کو ضروریات زندگی کس قدر گراں میسر آتی ہیں کہ دوسرے ملکوں پر جو ان کے اردگرد ہیں اس سے نصف قیمت پر مل جاتی ہیں۔ اس طرح سے شام کی اقتصادی زندگی گراں بہا ٹیکسوں کی وجہ سے بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ اور یہ پہلا سبب تھا شامی لوگوں کے متنفر ہونے کا۔ اب آئندہ انشاء اللہ عنقریب میں ہم شام کی سیاسی زندگی پر ایک نظر ڈالیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

سلطنت برطانیہ کی عظیم الشان تجارتی نمائش بمقام دہلی

(از اکتوبر ۱۹۳۷ء تا فروری ۱۹۳۸ء)

۱۹۳۷ء کے موسم سرما سے وہ عظیم الشان نمائش شروع ہو گی کہ جس سے زیادہ شاندار نمائش ہندوستان میں کبھی نہیں ہوئی۔ بطور مختصر اس نمائش کا مقصد یہ ہے۔ کہ برطانوی ہند۔ ریاست ہائے ہند۔ برطانیہ عظمٰی۔ اور برطانوی سلطنت کے دیگر حصص کے درمیان تجارتی تعلقات استوار کئے جائیں۔ اور مبادلہ اشیاء کے متعلق نئے اور مفید پہلو نکالے جائیں۔ اس کی وسعت ہمہ گیر ہو گی۔ جس جس قسم کا مال ہندوستان استعمال کر سکتا ہے نمائش میں رکھا جا سکتا ہے۔ اور یہ چیزیں ان گنت ہیں۔ نمائش تین بڑے حصوں میں منقسم ہو گی۔ پہلے حصہ میں ہندوستانی صنعت اور زراعت کی نمائش ہو گی۔ دوسرے حصہ میں ریاست ہائے ہند کی اشیاء دکھائی جائیں گی۔ اور تیسرے حصہ میں برطانیہ عظمٰی اور دیگر حصص سلطنت کی اشیاء کی نمائش ہو گی۔ اس لئے یہ نمائش ہندوستان کے ہر شعبۂ زندگی کے لئے حاوی ہو گی۔ اس میں شخصی ضرورت کی اشیاء بھی پائی جائیں گی۔ اور قومی ضرورت کی اشیاء بھی۔ اور مختلف النوع روز افزوں مصنوعات۔ نمائش کا اہتمام تجربہ کار ہاتھوں میں ہو گا۔ ناظم اعلیٰ کئی سال تک انگلستان میں اسی قسم کے کام میں لگا رہا ہے۔ اسے نہ صرف موجودہ زمانہ کی نمائشوں کے انتظام کا تجربہ حاصل ہے۔ بلکہ وہ تمام اہم اور بین الاقوامی تجارتی نمائشوں کا جو کہ پیرس۔ برسلز۔ بارسلونا۔ سیوائل۔ لیپزگ اور برلن میں گذشتہ دس سال سے ہوتی رہیں۔ ذاتی علم ہے

بعض اہم اور اخص قابل دید شعبے:۔ احاطہ انجینئرنگ۔ احاطہ پارچہ بافی۔ آلات نشر الصوت۔ موجودہ سائنس کا نگار خانہ۔ احاطہ زراعت۔ شامیانہ صحت و خوراک۔ یکمشت سازی۔ پرزہ جات موٹر۔ عام استعمال کی چیزیں۔ تعلیمی اور صنعتی سینما کے کھیل۔ کھلی ہوا میں تھیئٹر۔ کھیل کا دنگل۔ محفلہائے موسیقی۔ آتش بازی۔ کانفرنس ہال۔ نئے زمانہ کے جدید کھیل تماشے۔ بینڈ باجا کے مقابلے۔ زمانہ جدید کی نئی ایجاد شدہ خاص روشنیاں۔

تشہیر اشتہارات کا نہایت عظیم الشان پروگرام بزیر ہدایت ایف۔ بی۔ لین۔ اے۔ آئی۔ پی۔ اے۔ انگلینڈ سابق لیکچرار کمرشل کالج برمنگھم (انگلینڈ) و مصنف تصنیفات فن اشتہار بازی۔

زیر اہتمام آئیڈل ایگزیبیشن لمیٹڈ برنرز ہوس ۴۶۔۴۸ برنرز سٹریٹ آکسفورڈ سٹریٹ لنڈن۔ ڈبلیو ۱ انگلینڈ ٹیلیفون۔ لنڈن میوزیم ۱۴۱۱ء

تار کا پتہ Amilchamba Rath London

گورننگ ڈائرکٹر۔ احمد حسین خاں

ڈائرکٹر اشتہارات:۔ ایف۔ بی۔ لین

جنرل مینجر:۔ ہی۔ جی۔ ایڈمنڈ

سیکرٹری: T.E. Whitly, A.C.A. (Eng)

جائنٹ سیکرٹری۔ جے ہملٹن

ناظم دوکانات:۔ ایف۔ بی۔ لین لمیٹڈ برائے برطانیہ عظمٰی۔
Kings Court, 115-117, Colmore
Row Birmingham.

پبلسٹی ایجنٹ D. J. Keymer & Co.,
Ltd., 209 Australia House
Strand, London
W.C.2.

بعض ان تجار کے اسماء جو کہ اس عظیم الشان نمائش میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ نمائش میں شامل ہونے کے لئے دکانیں حاصل کریں گے:۔

North-East Development Board .... Newcastle-on-Tyne England.
Babcock & Wilcox, Limited .... London England.
Heller & Sons - - - - - - - - London England.
Stevens, Williams, LTD. - - - - - - Brierley Hills, Staffs, England.
J. H. Fenner & Co., LTD. - - - - - - - - - Hull, Yorks, England.
Curzons, Ltd. - - - - - - - - - Liverpool, England.
Abietsan Manufacturing Co., Ltd. - - - - - - London England.
MACNIVEN & CAMERON, Ltd. - - - - - - Edinburg, Scotland.
J. A. EMOTT - - - - - - - - - London England.
Millard Bros., Ltd. - - - - - - - - London England.
Steel Scaffolding Co., Ltd. - - - - - - - London England.
Pye Radio, Ltd. - - - - - - - - - London England.
Jarrett & Rainsford, Ltd. - - - - - - - - Birmingham England.
The Mond Nickel Co., Ltd. - - - - - - - - - London England.

ضروری اطلاع:۔ قبل ازیں کہ ۱۳ نومبر بروز جمعہ مسٹر اے۔ ایچ خاں ناظم اعلیٰ بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن سے تشریف لاویں گے اس نمائش کے متعلق تمام خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر ہونی چاہئے۔

بیکم لاج طبیہ کالج روڈ۔ نئی دہلی

روزنامہ "سیاست" لاہور کی اعانت کیلئے اپیل

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالبؔ ٭ تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

سیاست اور اس کے مدیر فدائے ملت حضرت مولانا سید حبیب صاحب کی زندگی مادر وطن اور ملت مرحومہ کی حیات عامہ کا دوسرا نام ہے۔ آپ نے ۱۹۱۷ء میں اخبار جاری کیا۔ اور گذشتہ بیس سال کے اس عرصہ میں آپ نے اور آپ کے اخبار نے جس اخلاص محبت تندہی۔ دلیری۔ بیباکی اور جرأت ایمانی سے ملک و ملت کی خدمت کی ہے۔ وہ اگر عدیم النظیر نہیں تو نادر المثال ضرور ہے۔

اس بیست سالہ زندگی میں سیاست اور اس کے مالک پر مصیبتوں کے پہاڑ بار ہا ٹوٹے۔ قید بندی۔ نظر بندی۔ زبان بندی۔ آزادی تحریر پر پابندیاں۔ ضمانتوں کی طلبی وضبطی۔ مقدمات کی بھرمار۔ ہرجانوں کا طوفان۔ اور جرمانوں کی بے پناہ بارش کی تفصیل کو اگر بالاختصار بھی اگر بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

آج پھر سیاست مبتلائے آلام ہے۔ ایک طرف عدالت عالیہ نے اس کے ایڈیٹر سید عنایت شاہ صاحب کو قید کر دیا ہے۔ اور گیارہ سو پچاس روپے جرمانہ کی سزا دی ہے۔ اور دوسری طرف حکومت نے مزار حضرت کاکو شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مسجد شہید گنج کے متعلق سیاست کی حق گوئی کے باعث اس سے چھ ہزار روپے (تین ہزار اخبار سے اور تین ہزار پریس سے) کی ضمانت طلب کر لی ہے۔

مالکان سیاست نے عرصہ تک ہر سزا کو خود بھگتا۔ اور ہر تاوان کو خود ادا کیا۔ لیکن آج ہم علی وجہ بصیرت و شہادت کہہ سکتے ہیں کہ ان کی مالی حالت اب اس قابل نہیں رہی کہ وہ اس بار گراں کے متحمل ہو سکیں۔ لہٰذا ہم ہر صاحب درد دل سے بصد ادب و اصرار عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ اس آڑے وقت میں تا بحد امکان خود سیاست کی مالی امداد کریں۔ اگر ۸ کروڑ مسلمانان ہند میں سے صرف آٹھ ہزار مسلمان توجہ کریں۔ اور ایک روپیہ فی کس بھی بھیج دیں۔ تو سیاست جو آج حکومت کے تیر ستم کا نشانہ بن چکا ہے۔ از سر نو زندہ ہو کر مسلمانوں کی حمیت و ہمدردی کا زندہ ثبوت بن سکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

ترسیل زر کا پتہ:۔ ۱۔ مینجر روزنامہ سیاست لاہور۔ ۲۔ میاں محمد یوسف خازن مجلس اعانت روزنامہ سیاست لاہور۔ ۳۔ مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور۔

الداعیان الی الخیر:۔ ۱۔ حاجی معراج دین صاحب سوداگر سنگ اکبری دروازہ صدر۔ ۲۔ مولوی محمد دین صاحب سوداگر کلاہ و لنگی اندرون دہلی دروازہ سکھ ڈیوڑھی۔ ۳۔ شیخ میاں محمد یوسف صاحب سوداگر پشم متصل شاہ محمد غوث (خازن)

اراکین:۔ امام العصر حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب صدر مجلس تحفظ شہید گنج لاہور۔ مولانا ابو سعید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں لاہور۔ مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف لاہور۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی محلہ غزنویاں دروازہ مہاں سنگھ امرتسر۔ مولانا مولوی مولوی غلام مرشد صاحب اندرون بھاٹی دروازہ وغیرہ وغیرہ ۲۲ اشخاص

المشتہر

مشہور و معروف و قدیمی اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

جس کے مالکان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی وامی) کے دست مبارک سے کاپیاں اور پروف لیکر چھاپنے نیز سلسلہ کے اکثر کتب کے چھاپنے کا فخر حاصل ہے اور جنہیں سلسلہ کے جملہ رسائل و اخبارات مثلاً

الحکم۔ بدر۔ الفضل۔ تشحیذ الاذہان۔ ریویو آف ریلیجنز (اردو) نور۔ فاروق۔ مصباح۔ تعلیم الدین وغیرہ۔ اور قرآن شریف بطرز یسرنا القرآن معرا و مترجم۔ قاعدہ یسرنا القرآن پارہ جات چھاپنے کا فخر حاصل ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آجکل جبکہ غیر احمدی پریس احمدی لٹریچر چھاپنے سے تامل اور انکار کرتے ہیں احباب اپنے اس دیرینہ خادم اور سلسلہ کے قدیمی مطبع

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

کو یاد رکھیں جس میں کتابت۔ طباعت۔ بک بائنڈنگ وعدہ پر عمدہ اور بارعایت کیجاتی ہے نیز مارکیٹ کے نرخوں پر ہر قسم کا کاغذ بھی مہیا کیا جاتا ہے۔

مینجر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

(مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان)

نوٹ:۔ کسی دوسری جگہ سے کام کروانے سے پیشتر ہمارے اور دوسروں کے ریٹوں کا مقابلہ فرمالیں۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا